شیون

از جناب آشفتہ لکھنوی

کی

جواب شیون

از جناب آغا حسن لکھنوی

باہتمام

سید احسن علی

در مطبع [illegible] لکھنؤ طبع گردید

مقدمہ

دنیا شاہراہ ترقی پر گامزن ہی، یورپ سالار قافلہ بنا ہوا ہی اور امریکہ اُس کے ساتھ ساتھ ہی، ایشیا اور افریقہ پیچھے پیچھے چل رہے ہین اور چاہتے ہین کہ نام و نمود کے میدان مین جلد از جلد یورپ و امریکہ کے دوش بدوش ہو جائین غرض اسوقت دنیا کی ہر قوم اوج ارتقا پر پہونچنے کے لیئے سرگرم عمل نظر آ رہی ہی، خود ہندوستان کے جسم منتشر کا بند بند ایک برقی جذبے اور ایک طلسمی ارادے کی تیز و تند رو سے لرز رہا ہی لیکن اسی ہندوستان کے رہنے والون مین ایک بدنصیب اور پاشکستہ قوم ایسی بھی ہی جو دوسرون کی سرگرمیون کو حسرت و یاس سے دیکھتی ہی اور اپنے اندر جذبۂ عمل نہین پاتی۔ حالانکہ یہ وہی قوم اور وہی جماعت ہی جو کبھی شاہراہ عمل مین رہنمائی کے فرائض انجام دیتی تھی اور جس نے ساری دنیا کو عمل کا سبق پڑھایا۔ یورپ، احسان فراموش اور محسن کش یورپ آج عرب کے بادیہ نشینون اور "غیر مہذب وحشیون"، کا نام خواہ کیسی ہی ذلت و حقارت کے ساتھ لے لیکن تاریخ پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ آج کرۂ ارض کا وہ حصہ جسپر سفید قومین آباد ہین اپنی حیرت انگیز ترقیون کے لیئے اُنھین صحرا نورد شتربانون کا رہین منت ہی جنکی معاشرت کی سادگی اُن کی عملی اور سیاسی بلند پروازیون کی حریف نہین بلکہ معین و مددگار تھی، ہندوستان مین مسلمانون کی حالت اسقدر پست کیون ہی؟ یہ وہ سوال ہی جسکے جواب طرح طرح سے دیئے جا رہے ہین، لیکن مین سمجھتا ہون کہ اسکی اصلی وجہ ایک اور صرف ایک ہی اور وہ یہ کہ ہماری پستی کے ذمہ دار ہماری قوم کے شعرا ہین۔

ہماری بدنصیبی نے سب سے پہلے ہمارے شعراء کے دماغوں پر قبضہ کیا اور اُن کو تمام اصناف سخن سے بے نیاز کر کے غزل گوئی اور صرف غزل گوئی کی طرف متوجہ کردیا۔ مانا کہ غزل ایک پرکیف اور سرور آگین صنف سخن ہے لیکن بلبل کے نغمے اور قمری کے ترانے کچھ اُنھیں کانوں کو بھلے معلوم ہوتے ہیں جنکے قلوب مطمئن اور جنکے لیل و نہار آسودگی اور خوشحالی سے ہم آغوش ہوں۔

ایک زمانہ تھا جبکہ اقوام یورپ انتہائی ذلت و خواری کی حالت میں زندگی بسر کر رہی تھیں۔ تہذیب و اخلاق سے ناآشنا اور علم و فن سے بیگانہ تھیں ہر چہار طرف نکبت و افلاس اور جہالت و ضلالت کا دور دورہ تھا۔ وہ کون سی قوت تھی جس نے انکو قعر ذلت سے نکال کر معراج کمال پر پہونچا دیا۔ تاریخ کی ورق گردانی کیجائے تو معلوم ہوگا کہ اُسی سرزمین کے شعرا ہی کی دماغی کاوشوں کا نتیجہ ہے کہ آج یورپ اپنے آپ کو بجا طور پر تہذیب و تمدن کا مالک سمجھتا ہے۔ حقیقتاً شاعر اپنے اندر ایک ایسی قوت رکھتا ہے کہ جب چاہے اُسکے ذریعہ سے اپنی قوم کے جذبات میں حیرت انگیز تلاطم پیدا کردے اور اُسکو جس راستے پر چاہے لیجائے۔

افسوس ہے کہ ہمارے شعرا نے اس خداداد قوت کو بیجا طور پر استعمال کیا یعنی حسن و عشق کے راز و نیاز بیان کرنے لگے نتیجہ یہ ہوا کہ ہماری قومی شاعری تصنع اور مبالغہ کی لونڈی بنکر رہ گئی۔

خداتعالی کے درجات عالی کرے اور اقبال کے اقبال میں ترقی دے کہ توحید کے ان ذی احساس فرزندوں نے اپنی شاعرانہ ذکاوت و ذہانت کو اسی مقصد کی تکمیل کے لیے وقف کر دیا۔ جسکی مسلمانوں کو ضرورت تھی، ہندوستان میں جب تک اسلام کا

ایک نام لیوا بھی باقی ہے اُس وقت تک مُسَدّس حالی کو زوال نہین ہو سکتا اقبال کا شکوہ اور جواب شکوہ وہ غیر فانی نظمین ہین جنکو قبول عام نے بقائے دوام کا تاج پہنایا۔ لیکن اسلامی ہند کی آبادی ایک ایسا وسیع گورستان ہے جہان ایک دو صُور پھونکنے والے حصول مقصد مین کامیاب نہین ہو سکتے، اِن خفتگان بدمست کو جگانے اور آمادۂ عمل کرنے کے لیے ایک اسرافیل نہین بہت سے اسرافیل درکار ہین پھر ضرورت ہے ہنگامہ آرائی کی۔ شور و فریاد کی اور ضرورت ہے ایک مسلسل اور غیر منقطع جد و جہد کی

لوا را تلخ تر میزن چو ذوق نغمہ کم یابی
حدی را تیز تر میخوان چو محمل را گران بینی

لکھنؤ کے شعراء جنکو قدرت نے زبان۔ محاورات، طرز ادا اور اسلوب بیان کا مالک و مختار بنایا تھا افسوس ہے کہ قوم کی اس ضروری خدمت کی طرف سے بہت عرصہ تک غافل رہے "اگلے وقتون" کے لوگون کی شان مین کچھ کہنا سوء ادب ہے۔ گذرنے والے گذر گئے اور اُنھون نے جو کچھ کیا اچھا کیا۔ حق یہ ہے کہ اُنکی نگاہون کے سامنے ایسا یاس انگیز منظر بھی نہ تھا۔ وہ مسلمانون کی طرف سے اسقدر مایوس بھی نہ تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ توحید کے یہ امانتدار ایسے نہین جنکا نام و نشان مٹانا آسان ہو۔ یہ نظر اُنکے لیے امکان سے خارج تھا کہ مسلمان کبھی فنا بھی ہو سکتے ہین اسلیے وہ اپنے بقاء دوام کے خیال مین دُنیا و مافیہا کو بھولے ہوئے تھے، پھر اُن کے لیے غزل کی زمزمہ سنجیون اور ہجر و وصال کی معاملہ بندیون کے سوا اور شغل ہی کیا ہو سکتا تھا لیکن اب وہ صورت پیش نظر ہے کہ خدا کسی صاحب احساس انسان کو نہ دکھائے۔ لکھنؤ کے سخن گو شاعر اگر اب بھی کروٹ نہ بدلتے تو مجھے مجبوراً کہنا پڑتا کہ یہ جماعت اس مقدس امانت یعنی جذبۂ شاعری

کا بار اُٹھانے کے قابل نہین۔ لیکن بجائے اس کے آج مین یہ کہہ رہا ہون کہ لکھنؤ خدا نخواستہ مجھے آیا در کھے تو چونکا اور بڑے وقت پر چونکا۔

میرے سامنے اسوقت جناب حکیم آشفتہ لکھنوی اور جناب سراج لکھنوی کی دو نظمین ہین، پہلی نظم کا نام شیون اور دوسری کا جواب شیون ہے۔ ممکن ہے کہنے والے کہین یہ ایجاد نہین تقلید ہے۔ شکوہ اور جواب شکوہ پہلے سے موجود ہین اسکے متعلق مین یہ عرض کرونگا کہ ضرورت بھی تقلید ہی کی ہے۔ اسلیے کہ جو آواز اقبال نے بلند کی ہو وہ صدائے صحرا بنکر نہ رہ جائے۔ فریادی ایک ہی ہے جسکا نام ہے مسلمان اب چاہے اُسکی فریاد اقبال کی زبان سے بلند ہو یا آشفتہ اور سراج کی زبان سے، البتہ دیکھنا یہ ہے کہ آشفتہ یا سراج نے آیا محض اقبال ہی کے نقش قدم پر قدم اُٹھائے ہین یا تقلید کے اندر ایجاد کا حق ادا کیا ہے اور اپنی طبیعت کے زور اور خیالات کی ندرت سے کام لیکر ایک نیا اسلوب بیان نکالا ہے، انصاف تو یہ کہتا ہے کہ جن پاکیزہ خیالات اور دلولہ انگیز جذبات کا اظہار شیون مین کیا گیا ہے وہ اپنے مقام پر بالکل اچھوتے اور تقلید کی آلایش سے پاک و صاف ہین، شیون فی الحقیقت ایک چوٹ کھائے ہوئے دل سے نکلی ہوئی آہ اور ایک حسرت نصیب انسان کی فریاد ہے جو سننے والے کے دل مین اُتر جاتی ہے، اسپر بندش کی چستی لکھنؤ کی نرم اور لطیف زبان کی شیرینی اور محاورات کی بےتکلفی سونے مین سہاگہ کا کام دے رہی ہے۔ جناب سراج نے جناب آشفتہ کے اسی شیون کا جواب لکھا ہے اور حق یہ ہے کہ بہت ہی خوب لکھا ہے، حضرت آشفتہ کے سامنے ایک وسیع میدان تھا، اُنھون نے اپنے سمند خیال کو جدھر چاہا کامیابی کے ساتھ جولان کیا لیکن جناب سراج کو یہ وسعت میدان حاصل نہ تھی

اُن کوششون کے ایک ایک بند کا جواب دینا تھا اور اپنے خیال کی جولانیون کو اُسی دائرے کے اندر محدود رکھنا تھا لیکن آپ دیکھین گے کہ اُنھون نے باوجود ان پابندیون کے اپنے جذبات شعری کی آزادی کا جلوہ کس خوش اسلوبی سے دکھایا ہے۔ ہر ہر مصرع قادر الکلامی کا مرقع ہے۔ کلام مین آمد اور زور ہے۔ ہر ہر شعر درد واثر مین ڈوبا ہوا ہے۔ اور ہر ہر بند ایک مردہ قوم کی بے حسی اور تغافل کی سچی تصویر ہے۔ میرے خیال مین نظم شروع سے آخر تک ایک پیام بیداری ہے جسکی ملک و قوم کو سخت ضرورت ہے۔

مین ان دونون باکمال شعرا کو ان کامیاب نظمون کیلیئے مبارکباد پیش کرتا ہون اور متوقع ہون کہ آیندہ بھی وہ اسی قسم کے مفید اور ولولہ انگیز موضوع اپنے لیئے منتخب کرتے رہین گے۔

ناچیز

پیرزادہ سید فدا حسین، بی اے (علیگ)

شیون

از جناب حکیم آشفتہ مدیر منصر لکھنؤ

مصلحت تیری ترے راز بھلا کیا جانین
کرم و لطف سے محروم مزا کیا جانین
بیوفا دن مین ہین محبوب وفا کیا جانین
تیرے بندے ہین مگر تجھ کو خدا کیا جانین
یا تو وہ تو نہ رہا تیری عنایت نہ رہی
یا ہمین وہ نہ رہے اصل حقیقت نہ رہی

یاس سے کام ہمین کیا تھا مسلمان ہم تھے
ساری دُنیا سے سوا لطف کے شایان ہم تھے
ناز بردار تجھے دیکھ کے نازان ہم تھے
حدِّ تکمیل کو پہنچے ہوئے انسان ہم تھے
یا وہی ہم ہین کہ اب بات کے قابل بھی نہین
شمع محفل تو کجا گرمی محفل بھی نہین

اب تو ہین حسنِ مکافات وفا سے محروم
لذت لطف سے محروم عطا سے محروم
نگہِ ناز سے محروم ادا سے محروم
درد رکھتے ہین مگر اس کی دوا سے محروم
کوئی اپنا نہین سب غیر ہین بیگانے ہین
بیوفا تیرے تغافل کے یہ افسانے ہین

حد ہوئی لایق اظہار تمنا بھی نہیں
آج عقبیٰ بھی ہماری نہین دنیا بھی نہیں
بات جھوٹون بھی کوئی پوچھ لے اتنا بھی نہیں
انتہا یہ ہے کہ اپنا دل رسوا بھی نہیں

بیکسی گھیرے ہے اور عالم تنہائی ہے
ہائے کیا وقت ہے کیسی یہ گھڑی آئی ہے

سجھ پہ سب ناز تھے کل آج کوئی ناز نہیں
یہ حقیقت ہے کوئی بھید نہین راز نہیں
وہ ترے طرز نہیں وہ ترے انداز نہیں
نالے بیکار ہیں تو گوش بر آواز نہیں

یاس ہی یاس ہے ہر سو دل شیدا کے لیے
اب کوئی وقت نہیں عرض تمنا کے لیے

اللہ اللہ وہ تری لطف و عنایت کی نظر
کہ نہ تھا کوئی زمانے میں ہمارا ہمسر
امتحان عظمت و ہیبت کے ہوئے ہیں اکثر
اک اشارے میں فقط کانپ اُٹھا تھا قیصرؓ
رکھ دیا خاک پہ سر شوکت سلطانی نے
نامہ پہنچایا تھا جب حارثؓ غسانی نے

خاک سب خسرو پرویز کی شاہی کر دی
بے ادب کو وہ سزا دی کہ دہائی کر دی
ہاں وہی تو ہے کہ خود تو نے تباہی کر دی
رات ہی رات میں کس طرح صفائی کر دی
بادۂ کبر کو پھر جوش سے بہنے نہ دیا
شیرویہ نے وہ سر دوش پہ رہنے نہ دیا

والیٔ مصر مقوقس وہ وطن کا جانباز
رعب و اجلال پہ تھا جسکے بڑا ملک کو ناز
جس سے دبتا تھا جبش، جس سے لرزتا تھا حجاز
رکھدیا پاؤں پہ اُس نے بھی سر عجز و نیاز
کفر و الحاد کے کیا کیا نہ سہارے توڑے
انھیں ہاتھوں سے تری عرش کے تارے توڑے

بانٹ دی چھین کے سب دولت کسریٰ کس نے
کاٹ کر رکھدیا تثلیث کا نقشا کس نے
کر دیا صاف رُخ کفر سے قشقا کس نے
لوٹ لی لوٹ لی سب کفر کی دنیا کس نے
حوصلہ وہ نہ رہا آج وہ دل ٹوٹ گئے
بیمروت ترے انداز سے جی چھوٹ گئے

اہل شق اہل نطاۃ اور قصارا والے
سالم و اہل قموص اور حریطا والے
کسقدر جمع تھے خیبر مین حیفا والے
کیسا گھیرے ہوئے تھے دین کو دنیا والے

توجو اپنا تھا تو دی داد شجاعت کیسی
انھین شل بازوؤن مین تھی کبھی طاقت کیسی

در خیبر ہے ثبوت اور زمین خیبر
ایک سے ایک ہی دعوی کی گواہی بڑھکر
سر مرحب سرقا بوس و حقیق و عنتر
خون مردہ ہو کہ یاسر کہ ضجیج اکفر

روح کھینچی ہی وفاؤنکی وفا سازون نے
یہ ہی کام کیے ہین ترے جانبازون نے

یاد ہیں غزوۂ موتہؓ کے وہ جانبازِ اصیل
جب ملا جنگ پہ حوران کا والی شرحبیل
اُس طرف ساری خدائی تھی اِدھر قدر قلیل
تیری رحمت کے سوا کون تھا اے ربِ جلیل

کیا بہادر تھے دمِ اسلام کا بھرنے والے
زیدؓ اور جعفرِ طیارؓ سے مرنے والے

ایسے تیور تھے کہ اٹھا بھی تھا سر بسجود
سرِ تسلیم جھکائے ہوئے تھے عادؓ و ثمود
ہمتیں پست تھیں اور کفر کی دنیا محدود
اہلِ وادی قریٰ پر تھی معیشت مسدود

دیکھنے شانِ جلالت کو ملک آتے تھے
صلح کے واسطے خود اہلِ فدک آتے تھے

زرقانی جلد ۲ صفحہ ۲۰۰

منزل شمس بنی منزل صہبا کیونکر
ڈوب کر بحر ہمیں ناز سے ابھرا کیونکر
بن گئی ظلمت شب نور کا تڑکا کیونکر
چھا گیا کفر پہ اسلام کا جلوا کیونکر

ہائے وہ وقت کہ جب کون و مکاں تھے اپنے
تو بھی اپنا ہی تھا اور دونوں جہاں تھے اپنے

تو نے کل تاج دیا تھا ہمیں دولت دی تھی
ملک و دیہیم کے مختار رہے ثروت دی تھی
رشک تھا ساری خدائی کو وہ قسمت دی تھی
حوصلہ جوش و کرم ہمت و جرات دی تھی

اوج پر بخت تھا اقبال کا قائل عالم
فیض گستر تھے کبھی آج ہیں محتاج کرم

حیف ہے حیف ہے دنیا ترے غمازدن پر
روشن دین کیون فلک پیر کے اندازدن پر
دل پگھلتے نہین فریاد کی آوازدن پر
بھیگ مانگے نہین ملتی ہمین دروازدن پر

اب وطن ہی مین غریب الوطنی ہے اپنی
اب تو فاقون ہی سے فاقہ شکنی ہے اپنی

لوگ محتاج کرم جان کے ٹھکراتے ہین
تیری غیرت کی قسم شرم و حجاب آتے ہین
اپنا کچھ بس جو نہین ہے تو مرے جاتے ہین
اور تو اور رہین ہم آپ سے شرماتے ہین

قابل سنگ در غیر سر ناز نہ تھا
اتنی پستی کیلیے مسلم جانباز نہ تھا

کوئی بلکو آج ہین اسلام کے بچے برباد
ہیچ و ناکارہ، بد اخلاق بدی کے استاد
کوئی تنظیم نہین قید سے رانڈین آزاد
بچھ سے کس کس کو کہین ایک پڑی ہے افتاد
ظلم پر ظلم ہے اندھیر کیے دیتے ہین
غیر اور چھین کے اپنون کو لیے لیتے ہین

لڑکیان جن کو یتیمی کی بلا نے لوٹا
ہائے کیا کیا نہ اُنھین جور و جفا نے لوٹا
سب سے پہلے ہوسِ اہل وفا نے لوٹا
اور پھر دشمن ایمان و حیا نے لوٹا
روح عصمت نہ رہین پیکر ایمان نہ رہین
انتہا یہ ہے کہ آخر وہ مسلمان نہ رہین

ابتو آتے ہی نہین ہوش مین مے نوش شباب
بیخبر ساری خدائی سے ہین مدہوش شباب
اسقدر جوش پہ ہے بادہ سر جوش شباب
ایک طوفان تمنا ہے سر دوش شباب
حشر سے کام نہ کچھ حشر کے سامانون سے
کچھ غرض ہے انھین اپنون سے نہ بیگانون سے
ستی مشکور کی معکوس کھنچی ہے تصویر
روح اکسیر نے کی زہر کی پیدا تاثیر
خواب کیا تھا مرے اللہ ملی کیا تعبیر
توڑ کر کعبہ کو بتخانے ہوئے ہین تعمیر
بندہ گئے رشتہ زنار مین جاہل کتنے
اور نظر آتے ہین تثلیث کے قائل کتنے

حالت مسلم ناکام دستور نا معلوم
بیٹھ کر تھم سے سمندر کی آبگیر تا معلوم
گر کے پھر اوج کے نقطے پہ گذرنا معلوم
زخم نا صور ہیں نا صور کا بھرنا معلوم

حسرتیں ختم ہیں مایوس تمنا بن جا
یاس ہی یاس ہے بس یاس کا بندا بن جا

دل نظر آتے ہیں مایوس دعا سے پہلے
لا دوا درد کو سمجھے ہیں دوا سے پہلے
بیوفا ٹھہرے ہیں انکار وفا سے پہلے
مر گئے ہیں بس اپنی قضا سے پہلے

اس فریب غم ہستی سے گذرنا اچھا
زندگی موت سے بدتر ہو تو مرنا اچھا

خاک جینے پہ جو مرہون کرم ہو کے جیئے
ہمہ تن یاس رہے نذر الم ہو کے جیئے
نالہ و آہ بنے صورت غم ہو کے جیئے
کوئی ہستی ہے یہ ہستی کہ عدم ہو کے جیئے

ایسی بگڑی ہوئی قسمت کے طلبگار نہیں
چھین لے اپنی یہ نعمت ہمیں درکار نہیں

کیا برا وقت پڑا ہے جو ٹلتا بھی نہیں
لاکھ بدلو کسی صورت سے بدلتا بھی نہیں
جان بلب کا ہے یہ عالم کہ سنبھلتا بھی نہیں
اور کم بخت کا دم ہے کہ نکلتا بھی نہیں

کس سے فریاد کریں اب کہ سہارا نہ رہا
ہم بھی تیرے نہ رہیں تو جو ہمارا نہ رہا

یا ڈبو دے ہمیں یا تھم سے سمندر کی اُبھار
یا تو کر نذرِ خزاں یا تو بنا باغ و بہار
پھونک دے آگ میں یا آگ کو کر دے گلزار
ایک صورت ہو وہ اقرار ہو یا ہو انکار
یا تو نابود ہی اسلام کی دنیا کر دے
یا وہی جلوۂ طور و یدِ بیضا کر دے

ہم گنہگار سہی تیرے خطاوار سہی
معصیت کوش سیہ بخت و سیہ کار سہی
سرزنش کے لیے ہر طرح سزاوار سہی
جنس ناکارہ و ناقابل بازار سہی
دہریے تو نہیں اسلام سے باہر تو نہیں؟
شرک و الحاد کے قائل نہیں کافر تو نہیں؟

اِس طرف دیکھ تو اے عالمِ بالا والے
کربلا مین ہین ابھی خون وفا کے تھالے
خاص آغوشِ رسولِ عربی کے پالے
کسطرح فدیۂ اُمّت ہوئے سب متوالے
روشناس اُنکے ذریعہ سے کیا تھا تجھ سے
یاد کر کون سا اقرار لیا تھا تجھ سے

کیا نہین یہ ترے آئین مروت کے خلاف
حُسنِ اخلاق کے پیمانِ محبت کے خلاف
کرم و لطف کے احسان کے رحمت کے خلاف
ہائے تو اور ہو محبوب کی اُمّت کے خلاف
ہم تو کیا بانئ اسلام پہ حرف آتا ہے
غیر ہنستے ہین ترے نام پہ حرف آتا ہے

اب کہاں عالم ہستی کا خمار آشفتہ
گھٹ گیا، گھٹ گیا، سب زور بہار آشفتہ
کون جوڑیگا ترا قلب فگار آشفتہ
مصلحت ہے یہی تو بھی نہ پکار آشفتہ

آئینہ ٹوٹ گیا آئینہ گر ہے خاموش
وقت فریاد نہیں روح اثر ہے خاموش

رو دیے رو دیے ارباب وفا تھے مجبور
ضبط سے بسمل انداز ادا تھے مجبور
قلب کی ٹیس سے محروم دوا تھے مجبور
خود پہ قابو نہ رہا جب تو خدا تھے مجبور

جب سے یہ شان تغافل کی نظر آئی تھی
ہمنے تجھسے ترے شکووں کی قسم کھائی تھی

نوٹ سلسلہ وار متعلق شیون

(۱) ہرقل قیصر روم جو ۶ھ میں شہنشاہ روم تھا اُسکے نام فرمان رسالت بھیجا گیا، جو ابوسفیان سے سردربار پڑھوایا گیا تھا ۱۲ (۲) حارث غسانی گورنر شام جو قیصر کیطرف سے مقرر تھا حضرت دحیہ کلبی جو دربار رسالت سے بحیثیت سفیر بھیجے گئے تھے، انھون نے فرمان رسالت اسی کی معرفت بھیجا تھا ۱۲ (۳) خسرو پرویز شاہ ۶ھ میں تخت ایران کا مالک تھا اس بے ادب نے سردربار فرمان رسالت چاک کردیا تھا ۱۲ (۴) شیرویہ بھی اصل "شیرویہ" بضرورت شعر، شیرو یا نظم ہوا ہے اور متعارف بھی شیرو یا ہے یہ خسرو پرویز کا لڑکا ہے، اس نے اپنے باپ کو قتل کردیا تھا، ۱۲ (۵) مقوقس جریج ابن متی نام تھا اور لقب مقوقس والی مصر تھا، اسکے نام بھی فرمان رسالت گیا تھا ۱۲ (۶) قلعہ سالم وغیرہ یہ سب خیبر کے قلعے ہین، یہ مشہور مقام مدینہ منورہ سے آٹھ منزل کی مسافت پر واقع تھا ۷ھ میں اہل اسلام سے اور قبائل یہود سے بہت مشہور جنگ ہوئی تھی اور فتح اسلام کے ہاتھ رہی تھی (۷) حقیقا والون سے ابن ابی الحقیق کے خاندان والے مراد ہین جو مدینہ منورہ سے جلاوطنی کے بعد خیبر پر قابض ہوگئے تھے ۱۲ (۸) مرحب وغیرہ یہ وہ شخص ہے جسکو یعقوبی یہود کا رستم دستان اور ہزار جوانون کے برابر تسلیم کرتا ہے، باقی نام بھی بہادران یہود کے ہین جو اسی سلسلہ مین اہل اسلام کے ہاتھ سے قتل ہوئے، (۹) غزوہ موتہ علاقہ شام مین شہر جابلقا سے پورب کیطرف ایک مقام کا نام ہے یہان کی تلوارین عرب مین مشہور ہین ۸ھ مین یہان اہل اسلام سے عظیم جنگ ہوئی تھی (۱۰) حوران شہر بصرہ کا دارالحکومت (۱۱) شرجیل رئیس بصرہ اور قیصر کا باجگذار، (۱۲) زید بن الحارثہ پیغمبر اسلام کا آزاد کردہ غلام اور افواج اسلامی کا سپہ سالار جو اسی جنگ مین مشرف بشہادت ہوا (۱۳) حضرت جعفر طیار سپہ سالار اعظم افواج اسلام ۱۲ (۱۴) عاد وثمود مشہور ومعروف کفار عرب کے اصنام (۱۵) منزل صہبا مقام رجعت شمس ۱۲

جوابِ شون

از جناب سراج لکھنوی
جوائنٹ ایڈیٹر مبصر

شکر کر شکر خدا کا ۔ یہ شکایت کیسی
علم رکھتے ہوئے نادان جہالت کیسی
آئینہ دیکھ ہوئی ہے تری صورت کیسی
یہ محبت کی ہے توہین محبت کیسی
ناز تھا کل تجھے پیمان وفا پر اپنے
اور بھروسہ نہ رہا آج خدا پر اپنے

تجھ میں باقی نہیں اب کوئی نشانی تیری
خون رلواتی ہے آشفتہ بیانی تیری
عبرت آموز ہے پُر درد کہانی تیری
تیرا افسانۂ غم اور زبانی تیری

اپنی سب کہہ چکا، اب بات ہماری سن لے
سن جواب اثر شیون و زاری سن لے

دخل دینے لگی غفلت تری ہشیاری میں
سب ہیں سونے کی ادائیں تری بیداری میں
آ گئی شان خودی کی تری خودداری میں
دخل ہی کیا ہے ترا مصلحت باری میں

جو خدا ایک ہے کس طرح بدل سکتا ہے
انقلابات کا تو آپ ہی آئینہ ہے

دل سے پوچھ اپنے اُسی شان کے شایاں ہے تو؟
جادۂ راست پہ ہے۔ مشعلِ ایماں ہے تو؟
اپنے اسلام پہ کیا آج بھی نازاں ہے تو؟
اب بھی معنوں میں مسلمان کے مسلماں ہے تو؟
شمع بجھ جائے تو پھر گرمیٔ محفل کیسی
جب مسافر ہی بھٹک جائے تو منزل کیسی

منحرف ہو کے غلط راہ پہ جانے والے
اپنا سر غیر کی چوکھٹ پہ جھکانے والے
سوزشِ قلب سے اب چین نہ پانے والے
اپنے کاشانے میں خود آگ لگانے والے
خود بھی جل جانا کہیں اچھا تھا اس خواری سے
لو لگانی تھی تجھے طور کی چنگاری سے

خلوت ناز میں جانے کا اگر ہے ارماں
باریابی کا سزاوار تو بن اے ناداں
نالۂ دل کا ترے بے اثری ہے عنواں
سمجھا ہے عرش کی زنجیر ہلانا آساں
شاخ میں پھول سے پہلے کبھی پھل ہوتا ہے؟
جرأتِ عرض تمنا کا محل ہوتا ہے

کارناموں پہ جو اسلام کے تو نازاں ہے
یہ ترے فخر و مباہات کا اک عنواں ہے
پاس تیرے بھی کوئی ساز کوئی ساماں ہے؟
یہ بتا آج ترے درد کا کیا درماں ہے؟
عشرت عہد گذشتہ اب اک افسانہ ہے
سرنگوں جام ہے چھلکا ہوا پیمانہ ہے

دیکھ تو ہو گیا سر سے ترے اونچا پانی
اب تو اے عیش طلب چھوڑ دے تن آسانی
ہے ترے حال کا آئینہ تری حیرانی
تا کجا دفتر ماضی کی ورق گردانی

ویسا ہی ہو نیکی کوشش بھی تو کر جیسا تھا
ورنہ کیا فائدہ کہنے سے کہ میں ایسا تھا

سامنے آ کے ترے سرکشوں نے منھ موڑے
فتح جب تجھ کو میسّر ہوئی قیدی چھوڑے
کفر کو توڑ کے اسلام کے رشتے جوڑے
تو نے کیا کچھ نہ کیا عرش کے تارے توڑے

خواب اک دیکھا تھا وہ وقت گیا بات گئی
اب سحر حشر در آغوش ہے وہ رات گئی

تیری مرہون کرم کل تھی خدائی ساری
کل تھا عالم مین ترے فیض کا سکہ جاری
آج کیون بن گیا تو آئینۂ ناداری
آج کیون نیند سے بدتر ہے تری بیداری
کل بگاڑا تھا اگر کفر کا نقشہ تو نے
آج خود کھینچ لیا ماتھے پہ قشقہ تو نے

نور اسلام سے معمور ترا دل نہ رہا
شمع کشتہ ہے چراغ سر منزل نہ رہا
زندہ درگور ہے تو لایق محفل نہ رہا
چھن گیا تاج کہ تو تاج کے قابل نہ رہا
کیا ہوا آج مقدر ترا کیون پھوٹ گیا
چوٹ کھائی ہو کہان شیشۂ دل ٹوٹ گیا

گرم تھا قربت حق سے ترا پہلو کل تک
تجھ میں تھی گلشن اسلام کی خوشبو کل تک
رشک ہر قطرۂ نیسان تھا ہر آنسو کل تک
رجعت شمس پہ بھی رکھتا تھا قابو کل تک

آج کیوں تیرے اشارہ میں وہ قوت نہ رہی
ایک ذرّے کے ہٹانیکی بھی طاقت نہ رہی

تو سمجھتا ہی نہیں اپنے وطن کو اپنا
بیوفا پھر بھی غریب الوطنی کا شکوا!
بھیک مانگے جو نہیں ملتی تو رونا کیا
نالے بیکار ہیں سب تیرے کیئے کی ہے سزا

وہ بھی دن دور نہیں ہے جو یہی ہے حالت
کہ نہ آئے کبھی فاقہ شکنی کی نوبت

سچ ہے پستی کے لیے مسلم جانباز نہیں
قابل سنگ در غیر سر ناز نہیں
تو یہ کہتا ہے۔ نہیں یہ تری آواز نہیں
تیرے شیون کو صداقت سے ذرا ساز نہیں

جیسا انجام ہے۔ ویسی تری تمہید نہ تھی
تو بھلا دے گا خدا کو بھی یہ امید نہ تھی

رانڈیں آزاد ہیں اور قوم کے بچے برباد
تجھ کو تنظیم کی اس وقت کہاں آگئی یاد
جانے کیا کہتا ہے تو ساری خدائی تو ہے شاد
ایک تو ہے جو نظر آتا ہے گرم فریاد

عیش کر عیش کہ یہ دور ہے آزادی کا
ذکر کیوں چھیڑتا ہے قوم کی بربادی کا

چاک ہو دامن عصمت یہی اب عصمت ہے
اور غیرت کسے کہتے ہیں یہی غیرت ہے
تو سمجھتا ہے تنزل جسے وہ رفعت ہے
تجھ میں آزاد خیالی نہیں ۔ کم ہمت ہے
مادی دور ہے اب شے کوئی معدوم نہیں
عہد زریں ہے یہ شاید تجھے معلوم نہیں

جب یتیموں کا کوئی اور سہارا نہ رہے
قوم مردہ ہو کوئی چاہنے والا نہ رہے
اُن کا اسلام کی دنیا میں ٹھکانا نہ رہے
پھر گلہ کیا ۔ وہ مسلمان رہے یا نہ رہے
دل پہاڑوں کی بھی آگ سے پھٹ جاتے ہیں
اچھوں اچھوں کے قدم جادے سے ہٹ جاتے ہیں

بیوفا تو نے بدل ہی دیا مسلک اپنا
تیرے مضبوط عقائد کا بھی رشتہ ٹوٹا
نہیں کیا بے سمجھے غیر اپنا پرایا کیسا
جو بھی جس رنگ میں ہے وہ ہے بہر طور اچھا
تیری غفلت کا سرانجام بھلا کیا ہوتا
سوچ تو دلمیں کہ پھر اسکے سوا کیا ہوتا
ڈر نہیں تجھکو کہ ہوگی تری عقبیٰ برباد
محو کیوں دل سے کئے دیتا ہے معبود کی یاد
بات بے سمجھے ہوئے کرتا ہے کیوں اے ناشاد
کفر نعمت کا ہے احسان کہ تیری فریاد
کیا کہا - کیا کہا - قسمت کا طلبگار نہیں!
حق کی بخشی ہوئی نعمت تجھے درکار نہیں!

کیوں مسرت کدۂ دہر میں ناشاد ہے تو
آ بتا دیں تجھے کیوں موردِ بیداد ہے تو
اپنے اجداد کی اک بھولی ہوئی یاد ہے تو
حشر جو کچھ ہو ترا محنت برباد ہے تو

آسماں دُور رہی حصّہ ارزمین کا نہ رہا
دیکھ پاداشِ عمل دیکھ کہیں کا نہ رہا

اپنے اجداد کی توقیر کو کھونے والے
اپنے اسلاف کا۔ اے نام ڈبونے والے
نیند کیسی ہے یہ ہشیار نہ ہونے والے
ایسے ہنگامے میں اے چین سے سونیوالے

کب کھلینگی تری آنکھیں تجھے کچھ ہوش بھی ہے
تیرا اسلام ترے غم میں سیہ پوش بھی ہے

کربلا والون کا بھی ذکر کیا ہے تو نے
ان غریبون کا حوالہ بھی دیا ہے تو نے
کبھی ایثار سے کچھ کام لیا ہے تو نے؟
کیا کوئی جام شہادت کا پیا ہے تو نے؟

انھین مظلومون سے لے کاش محبت کا سبق
ضبط کا، صبر کا، طاعت کا، قناعت کا سبق

خون روتی ہے ترے غم مین شفق کی لالی
دوست اب دیکھی نہین جاتی تری پامالی
گامزن سب نظر آتے ہین بصد خوشحالی
نقش پا سے ترے میدان عمل ہے خالی

وہ گھڑی آئیگی کب، جب تجھے جوش آئیگا
خواب غفلت سے کبھی تجکو بھی ہوش آئیگا

اُس سے شکوہ ہے تجھے آہ جو تیرا رب ہے
آج کھل جائے حقیقت تری یہ انسب ہے
سن ترے عیب گنانیکی ضرورت اب ہے
بات آئینہ ہو۔ شکوے کا مزا تو جب ہے

واہ! سو چاک ہیں اٹھیں یہ ترا پردہ ہے
پھر بھی ہامی نہیں بھرتا کہ یہ خود کردہ ہے

دل ترا سلسلہ جنبان محبت نہ رہا
خود غرض صاحب اخلاق و مروت نہ رہا
نہیں تو مستحق سایۂ رحمت نہ رہا
حد ہوئی قائل فردائے قیامت نہ رہا

داستان غور سے سن اپنے طرفداروں کی
بڑھتی ہی جاتی ہے تعداد سیہ کاروں کی

کچھ ہین ایسے بھی ، جو ہین حرص وہوا کے قائل
جو عبادات کے حامی نہ دعا کے قائل
نہ عقائد کے نہ تسلیم و رضا کے قائل
نہین معلوم کہ وہ ہین بھی خدا کے قائل
آج کہتے ہین کہ جنت ہی نہ دوزخ کا وجود
کل بہ اعلان یہ کہدینگے کہ ہم ہین معبود
غور کر اپنے ہی اقوال کی تردید ہے تو
کفر کو توڑ کے خود کفر کی تجدید ہے تو
خود غرض ، مصلحت وقت کی تائید ہے تو
یہ بجا ہے جو کہین بندۂ تقلید ہے تو
نقل ہی کرنا بس اب رہگیا شیوا تیرا
کم نظر اصل مین اب دل نہین لگتا تیرا

تو بہت دور حقیقت سے ہے اے محو مجاز
اوجھل آنکھوں سے نہ ہوجائے کہین جلوۂ ناز
دیکھ خاموش ہوا جاتا ہے اسلام کا ساز
کچھ دنون مین نہ اذان کی بھی سُننے گا آواز

محفلین دین کی سنسان نظر آتی ہین
مسجدین سیکڑون ویران نظر آتی ہین

نہ ہے پابند نماز اور نہ ایمان کا ٹھیک
روزہ فاقے سے زیادہ نہین تیرے نزدیک
مذہب حق سے بغاوت ہے تری ہر تحریک
اپنی دُنیا مین عبث کرتا ہے عقبیٰ کو شریک

کفر و اسلام ہون اک ذات پہ ناممکن ہے
رات پھر رات ہے کچھ ہوش ہے دن پھر دن ہے

کچھ تحفظ کی سمجھ میں نہیں آتی تدبیر
مسجدیں کھدتے نہ بتخانے ہوں پھر کیوں تعمیر
خواب دیکھا تھا ملی خواب کی تجکو تعبیر
بولتا کیوں نہیں خاموش ہے مثل تصویر
تیرا کیا حال ہے تو کفر پہ مائل تو نہیں؟
خود بھی اس دور میں تثلیث کا قائل تو نہیں؟
ہاں سیہ بخت، سیہ کار، خطاکار ہے تو
جنس ناکارہ ہے رسوا سر بازار ہے تو
روگ ہے جسم کا اور روح کا آزار ہے تو
مختصر یہ ہے کہ فطرت کا گنہگار ہے تو
ہے مسلمان اور اسلام کے اوصاف نہیں
طالب رحم ہے۔ اور طالب انصاف نہیں

ساتھ عزت کے لیا کرتی تھی دُنیا ترا نام
اسلیے صرف کہ تھا حلقہ بگوش اسلام
کر دیا خود تری غفلت نے ترا کام تمام
اب عدم ہو کے جیئے یا نہ جیئے یہ ترا کام
ہم کہین سے گئے ہیں۔ تو ہو گیا پیوند زمین
جسم ہی جسم ہے اب تجھ مین مگر روح نہین

دنگ عالم تھا تری قوت روحانی پر
خلق پر دولت ایمان کی فراوانی پر
رشک اغیار کو تھا تیری جہانبانی پر
حیدری شان پر اور شوکت عثمانی پر
آج کیون تجھ سے چراغ سر محفل نہ رہا
کسی ناشاد کی تربت کے بھی قابل نہ رہا

اختلافات کی کشتی کو ڈبو سکتا ہے
ہو جو داغ سر دامن اُسے دھو سکتا ہے
بکھرے موتی جو ہون رشتے مین پرو سکتا ہے
جیسا تھا آج بھی تو ویسا ہی ہو سکتا ہے
نہین ایسا تو نہین کام بنا ہی نہ سکے
"تو گیا وقت نہین ہر کہ پھر آ ہی نہ سکے"
کیا کوئی کام بھی کرنا نہین آتا تجھکو
بعد اُجڑنے کے سنورنا نہین آتا تجھکو
زندگی سخت ہے مرنا نہین آتا تجھکو
ڈوب ہی جا جو اُبھرنا نہین آتا تجھکو
خون رک جاتا ہی بیکار سے ہو جاتے ہین
حرکت جنکو نہو پاؤن وہ سو جاتے ہین

جان ہی دینے کی اے دوست اگر ٹھانی ہے
کیا وہ ہٹ جائے گی تکلیف جو روحانی ہے؟
پہلے ہر کام ہے دشوار پھر آسانی ہے
روز جاری رہے جو کوشش اسکانی ہے
کیوں ہے تو درد سے مایوس دوا سے پہلے
مرنا کیوں چاہتا ہے اپنی قضا سے پہلے
کیوں نہ مقبول ہوں جو دل سے دعائیں نکلیں
شان کثرت سے بھی وحدت کی ادائیں نکلیں
رنگ میں ڈوبی ہوئی ہوں جو نوائیں نکلیں
ہر بن مو سے حقیقت کی صدائیں نکلیں
کل جو تھا درد وہی آج ہو آواز میں پھر
گونج اٹھے نغمۂ توحید ترے ساز میں پھر

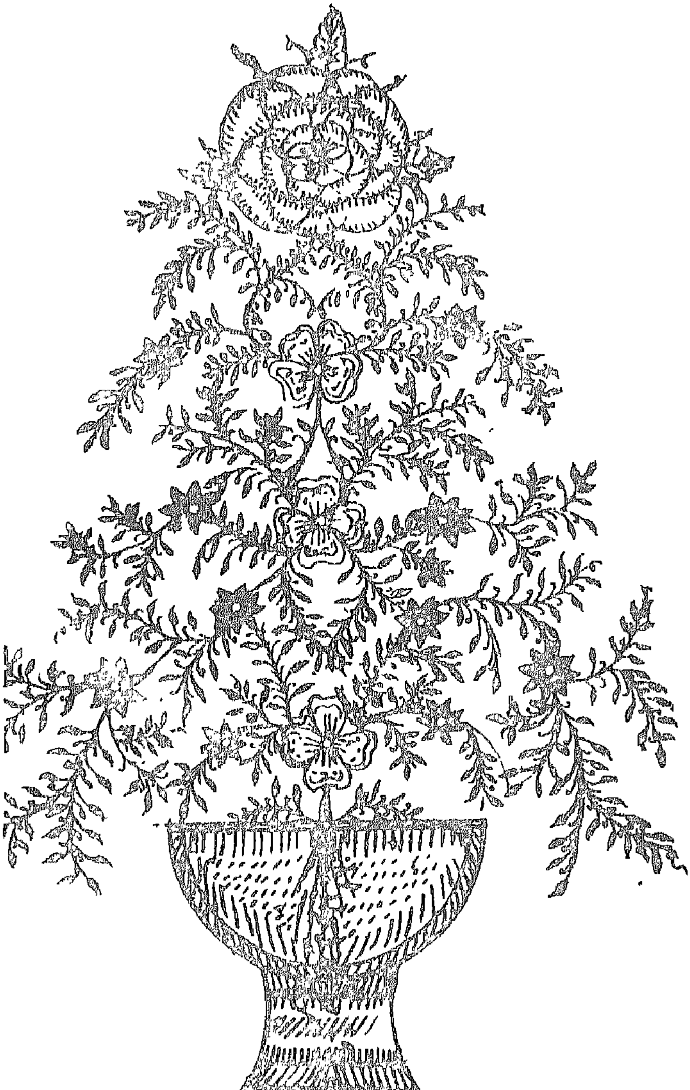
تیرا ایمان سلامت تو ہراساں کیوں ہے
زلف کافر کی طرح حال پریشاں کیوں ہے
بیخود یاس ہے کیوں - چاک گریباں کیوں ہے
خاک کیوں منھ پہ ملی حشر بہ داماں کیوں ہے
مژدہ اے تشنہ دہن وقت ابھی باقی ہے
ہے وہی بادۂ اسلام وہی ساقی ہے
جان پڑ جائے ترے قالب بیجاں میں ابھی
نظر آئیں وہی موتی ترے داماں میں ابھی
غالباً تھوڑی کسر ہے ترے ایماں میں ابھی
ورنہ سو ہاتھ بہار آئے گلستاں میں ابھی
سجدے کر تیری طرف تیرا خدا ہو جائے
دل بیتاب ابھی قبلہ نما ہو جائے

نظم ہستی کو سمجھ رکھتا ہے گر ذوق سلیم
درد ہم جنس ہو رگ رگ میں ترے دل کی مقیم
کم سے کم اتنی تو معقول ہو تیری تنظیم
ایک بھی قوم کا سمجھ نہ رہے بے تعلیم
متحد ایک ہی نقطے پہ ہو حق کی دنیا
قوم کا بوجھ ہی تجھ سے نہ اٹھے گا تنہا
دیکھ آئینہ انجام جو رکھتا ہے نظر
گرم رفتار رہو میدان عمل میں آکر
شرم کی بات ہے ہنستی ہے خدائی تجھ پر
اپنا دل رکھ دو ترے سینے میں ظالم کیونکر
باندھ ہمت پہ کمر فضل خدا ہو جائے
آج ہی گلشن اسلام ہرا ہو جائے

سارى دنيا په ہے روشن جو ترا حال ہے آج
کسی تفصیل و وضاحت کا نہین ہے محتاج
شک نہین اسمین بہت تلخ ہے گفتار سراج
ہان مگر اسکے سوا کیا ہے ترے دکھ کا علاج
اب فرد ہو ترا غصّہ کہ بڑھے اور عتاب
یہی تھا اور یہی ہے ترے شیون کا جواب

سراج لکھنوی

۱۲- نومبر ۱۹۳۰ء



۲۸۹ ۸۹۱۵۷۳۱۴

(دمشق)

۳۲۳۸۷

Date	No.	Date	No.